رئیس احمد جعفری

تاثرات

"مرکزِ ملت" اور اسلامی فرقے: ایک اہم سوال

چند روز ہوئے "طلوعِ اسلام" کا ایک پرچہ نظر سے گذرا۔ اس میں پرویز صاحب نے اپنے دینی افکار و خیالات کے بارے میں بیان صفائی دیتے ہوئے بعض ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں، جو غور و فکر کی مستحق ہیں۔

پرویز صاحب کو موجودہ اسلامی فرقوں کے وجود پر اعتراض ہے۔ ان کا خیال ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد گرامی میں نہ کوئی سنی تھا، نہ شیعہ، نہ حنفی، نہ مالکی، نہ شافعی، نہ حنبلی، سب مسلمان تھے، بعد میں یہ فرقے پیدا ہوئے۔ ان فرقوں نے شرع و آئین کی نئی تعبیریں کیں اور انہیں جز و مذہب بنا لیا۔ لوگ اسلامی خدمت، اسلامی نظام، اسلامی دستور کا نام لیتے ہیں، مگر یہ فراموش کر دیتے ہیں کہ اتنے فرقوں کی موجودگی میں اسلامی حکومت کس طرح قائم ہو سکتی ہے؟ اسلامی نظام کیونکر استوار ہو سکتا ہے؟ اسلامی دستور کی تدوین کس طرح ممکن ہے؟ لہذا اگر اسلامی دستور بنانا اور اسلامی حکومت قائم کرنا ہے تو ان فرقوں کو ختم کرنا پڑے گا۔ اور یہ "مرکزِ ملت" کا کام ہوگا کہ وہ انہیں ختم کرکے اسی حالت پر لے آئے جو عہد رسالت باسعادت میں تھی، یعنی صرف مسلمان!

پرویز صاحب کا یہ خیال بڑا وزنی معلوم ہوتا ہے اور بظاہر اس کی اصابت شک و شبہ سے بالا نظر آتی ہے لیکن اگر علمی سطح پر اس کا جائزہ لیا جائے اور تاریخ کی روشنی میں اس کے مضرات پر غور کیا جائے اور عمل متواتر کے پیمانے سے اسے ناپا جائے تو اس کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ

نہیں کہ تکلف برطرف ہے ایک اندازِ جنوں یہ بھی"۔

اسلامی معاملات و مسائل کی ہم بہ آسانی تین قسمیں قرار دے سکتے ہیں:

۱۔ اعتقادات ــــ یعنی وہ مسائل جو اعتقادی حیثیت رکھتے ہیں۔ بہ الفاظ دیگر جن کا تعلق صرف ذہن و دماغ سے ہے عمل سے نہیں۔ ان مسائل میں "مرکز ملت" کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا انہی کانوں سے سنتا ہے، جو ہمارے جیسے ہیں، انہی آنکھوں سے دیکھتا ہے جو ہماری جیسی ہیں۔ یا کسی شخص کا خیال ہے کہ خدا کی سماعت و بصارت ایک ماورا چیز ہے جو انسانی سمع و بصر سے نہ مشابہت رکھتی ہے نہ مماثلت، تو نہ جلاد کی تلوار کسی کو اس خیال سے روک سکتی ہے نہ سجن و زنداں کی عقوبت۔

۲۔ عبادات، ــــ عبادات کا تعلق فکر و خیال سے نہیں، عمل سے ہے اور عمل بھی خفیہ نہیں علانیہ۔ ایک اسلامی حکومت میں نماز باجماعت سے مفر نہیں۔ اب کوئی شخص رفع یدین کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا، کوئی آمین بالجہر کہتا ہے اور کوئی نہیں کہتا۔ کوئی ہاتھ کھول کر نماز پڑھتا ہے کوئی ہاتھ باندھ کر، کوئی ہاتھ باندھتا ہے تو سینہ کے اوپر، اور کوئی باندھتا ہے مگر سینہ سے نیچے، کوئی تشہد میں انگشت شہادت کو حرکت دیتا ہے اور کوئی نہیں دیتا، کوئی سجدۂ سہو ایک سلام پھیر کر کرتا ہے اور کوئی سلام کئے بغیر سجدۂ سہو کر لیتا ہے۔ یہ اور اسی طرح کے دوسرے مسائل ایسے ہیں جو حلت و حرمت کی ذیل میں نہیں آتے۔ ان میں اختلاف جو کچھ ہے وہ افضلیت میں ہے۔ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے والا اگر باندھ کر پڑھ لے اور باندھ کر پڑھنے والا اگر کھول کر پڑھ لے تو نماز بہرحال صحیح ہوگی۔ البتہ اگر ایسا نہ کرتا اور ویسا کرتا تو زیادہ بہتر تھا!

لہٰذا اس معاملہ میں "مرکز ملت" کو مداخلت کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک شخص انشراحِ قلب کے ساتھ دلائل و اسناد کی موجودگی میں، جو رویہ بھی اختیار کرتا ہے وہ "مرکز ملت" کے لئے قابل اعتراض نہ ہونا چاہیئے اس لئے کہ یہ اختلاف ایسا ہے جو صرف رسول اللہؐ کے بعد ہی ہو سکتا تھا، آپؐ

کی زندگی میں ممکن نہ تھا کیونکہ اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ آپؐ کا آخری فعل کونسا تھا؟ کوئی فرقہ یہ نہیں کہتا کہ آپؐ نے آمین بالجہر نہیں کہی، یا رفع یدین نہیں فرمایا، سب مانتے ہیں کہ ایسا کیا۔ اختلاف جو کچھ ہے وہ یہ ہے کہ آپؐ کا اس باب میں بالعموم آخری عمل کیا تھا؟ اس تحقیق میں جو جس نتیجہ پر پہنچا اس پر عمل کرنے لگا۔ اگر "مرکز ملت" جبراً لوگوں کو ایک طریقہ پر مجبور کر دے تو محتاط اور متقی لوگ تفرقہ سے بچنے کے لئے "مرکز ملت" کے حکم پر عمل کریں گے۔ اور گھر میں دوبارہ نماز اپنے طریقہ پر پڑھیں گے جیسا کہ صحابہ کرام تک بنو امیہ کے عہد میں ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

(۳) معاملات — اب معاملات پر آیئے اور میں اس میں تعزیر و عقوبت کو بھی بحث مختصر کرنے کے لئے شامل کئے لیتا ہوں۔

اس طرح کے مسائل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) منصوص، (۲) غیر منصوص۔

منصوص سے مراد وہ مسائل ہیں جو قرآن کریم میں بالفاظ واضح موجود ہیں، مثلاً چور کے لئے قطع ید، زانی کے لئے سزائے تازیانہ، پاکباز خواتین پر تہمت لگانے کے لئے کوڑوں کی حد، مرد کے لئے طلاق کا، اور عورت کے لئے خلع (اور تفویض) کا حق، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، وغیرہ کی فرضیت، میت کے ورثا کا حصہ رسدی، وصیت، بیع، عقود (وغیرہ وغیرہ) ان میں کسی فرقے کے مابین کوئی اختلاف نہیں اور سب مانتے ہیں اور سب کی گردن قرآن کے آگے جھکی ہوئی ہے۔

غیر منصوص سے مراد وہ مسائل ہیں جو حدیث پر مبنی ہیں، مثلاً زانی کے لئے سزائے رجم یا اجتہاد پر مبنی ہیں، مثلاً مجلس واحدہ میں تین طلاقوں کا نفاذ، یا قحط سالی میں قطع ید کی سزا کا التواء (حسب فرمان حضرت عمرؓ) اختلاف جو کچھ پیدا ہوتا ہے وہ یہاں سے پیدا ہوتا ہے۔ فرقوں کی تشکیل بھی یہیں سے ہوتی ہے اور اس کو پرویز صاحب مٹانا چاہتے ہیں۔

لیکن کیا یہ اقدام اسلام کی روح سے مطابقت رکھتا ہے؟

میرا جواب انکار میں ہے۔

اسلام کے بنیادی اور اصولی احکام منصوص ہیں۔ ان منصوص احکام کی روشنی میں استنباط، تخریج

تفریع، ترجیح، قیاس، استحسان، ذرائع، مصالح عرف وغیرہ سے مجتہد کام لینے پر مجبور رہے اور چونکہ اجتہاد غیر منصوص ہوتا ہے لہذا اس میں اختلاف بھی ناگزیر ہے، بلکہ منصوص احکام کی تفریعات و تخریجات اور استنباط میں بھی اختلاف ممکن ہے اور یہ عین تقاضائے فطرت ہے۔ یہ نہ اسلام کے خلاف ہے نہ روح اسلام کے خلاف بلکہ اگر تعمق سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ خود رسول اللہ نے اس کی اجازت دی ہے مثلاً:

آپ نے معاذؓ کو یمن بھیجا اور وقت وداع سوال کیا۔
اگر کوئی حکم قرآن میں نہ ملا تو کیا کروگے۔
معاذؓ نے جواب دیا سنت رسول اللہ میں تلاش کروں گا!
آپؐ نے دریافت فرمایا اگر وہاں بھی نہ ملا تو ؟
معاذؓ نے کہا، پھر میں اجتہاد کروں گا!
آپؐ نے معاذؓ کے اس جواب کو پسند فرمایا۔

اب ذرا دیر کے لئے فرض کیجئے معاذ کی طرح کوئی دوسرے صحابی کسی دوسرے شہر میں بھیجے جاتے ان سے بھی یہی سوال کیا جاتا، اور یقیناً وہ بھی یہی جواب دیتے۔ گویا اجتہاد کا حق انہیں بھی حاصل ہوتا اب سوال یہ ہے کہ آیا تمام مجتہدین کا اجتہاد یکساں ہو سکتا ہے؟ کسی مسئلہ میں جو اجتہاد معاذؓ کرتے وہی اجتہاد دوسرا مجتہد بھی کرتا؟ جواب ظاہر ہے نفی میں ہے بلکہ اجتہاد دونوں کا صحیح، جائز اور نافذ ہوتا۔ کیا یہیں سے "فرقہ" کی بنیاد نہیں پڑتی ؟

کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر منصوص معاملات و مسائل میں اجتہاد جائز ہے اور جو جس مجتہد پر اعتماد کرتا ہو اس پر عمل کرنے میں آزاد ہے؟ "مرکز ملت" کو کیا حق ہے کہ وہ ایک اجتہاد کو جائز قرار دے اور دوسرے مجتہدات کو باطل قرار دے؟ وہ صرف یہ کر سکتا ہے کہ کسی اجتہاد کو اسلام کے بنیادی اصولوں سے متصادم نہ ہونے دے۔

امام مالک کی ساری زندگی مدینہ میں گذری وہ امام دار الہجرۃ مانے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک

(سلسلہ صفحہ ۷۰ پر)